علی پور کا ایلی (ممتاز مفتی) کا نفسیاتی تجزیہ

A Psychological analysis of Ali Pur Ka Eli (Mumtaz Mufti)

[1] ڈاکٹر نورین کھوکھر [2] ڈاکٹر محمد طاہر (طاہر شہیر) [۳] ڈاکٹر عتیق انور

Abstract:

In Mumtaz Mufti's novel "Ali Pur Ka Eli" internality has priority over externality. He evaluated the society and society not on the basis of external factors but on the basis of their internal elements. Mumtaz Mufti has observed the human life by going deep into it and has turned to these internal conditions of the individual to understand the downsides of life. The canvas of Mumtaz Mufti's novel is very broad, but gender, women and human psychology are central in this novel. In this research paper we will present the psychological analysis of "Ali Pur ka Eli".

Keywords: **Ali Pur ka Eli, Mumtaz Mufti, Urdu Novel, Pakistani Novel, Psychological analysis.**

ممتاز مفتی کے ناول علی "پور کا علی" میں باطن کو ظاہر پر فوقیت دی گئی ہے ہے۔ انھوں نے سماج اور معاشرہ کا اندازہ بیرونی عوامل کی بنیاد پر نہیں بلکہ ان کے اندرونی عناصر کی بنیاد پر کیا۔ ممتاز مفتی نے انسانی زندگی کا گہرائی میں جا کر مشاہدہ کیا ہے اور زندگی کے نشیب و فراز کو سمجھنے کے لیے فرد کے ان داخلی حالات کی طرف رجوع کیا ہے۔ ممتاز مفتی کے ناول کا کینوس بہت وسیع ہے لیکن اس ناول میں صنف، عورت اور انسانی نفسیات کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ ہم اپنے اس تحقیقی مقالے میں " علی پور ایلی" کا نفسیاتی تجزیہ پیش کریں گے۔

کلیدی الفاظ: علی پور کا ایلی، ممتاز مفتی، اردو ناول، پاکستانی ناول، نفسیاتی تجزیہ

زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس پر علم نفسیات کے اثرات نہ ہوں۔ علم نفسیات کا تعلق ہماری معاشی، معاشرتی، تہذیب، نظام حکومت، امن، جنگ، نظام حکومت غرض زندگی کے ہر شعبے سے ہے۔ جہاں ادب زندگی کی عکاسی کرتا ہے تو علم نفسیات انسانی رویوں کا مطالعہ کرتا ہے:

> ''نفسیات (Psychology) انسان کی اندرونی کیفیات؛ ذہنی واردات اور کے خارجی اعمال کا براہ راست یا بالواسطہ مطالعہ کرتی ہے۔ کائنات کا اصل محور اور دلچسپی کا مرکز انسان کی ذات ہے۔ چناں چہ نفسیات انسان اور اس کے کردار کو موضوع بناتی ہے جو ایک جاندار کی حیثیت سے تغیر پذیر دنیا میں عمل پیرا ہوتا ہے۔''[۱]

۱ ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اردو، ایف سی کالج یونی ورسٹی، لاہور
۲ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، ایف سی کالج یونی ورسٹی، لاہور
۳ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، ایف سی کالج یونی ورسٹی، لاہور

علم نفسیات اور انسان کا تعلق اتنا ہی پرانا ہے جتنی یہ کائینات قدیم ہے۔ انسانی زندگی اور ادب کے باہمی تعلق کی بنا پر نفسیات، جذبات واحساسات کی ترجمان بن کر کسی بھی ادیب کو شعر وادب تخلیق کرنے کی طرف مائل کرتی ہے۔ سب سے پہلے ڈپٹی نزیر احمد نے اپنے ناولوں میں نفسیاتی پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے۔ مختلف کرداروں کی مدد سے ذہنی کشمکش اور نفسیاتی الجھنوں کو بنیاد بنا کر زندگی کے نشیب وفراز کا احاط کیا ہے۔ اسی طرح افسانہ آزاد اور فردوس بریں میں بھی کرداروں کا نفسیاتی احاطہ کیا گیا ہے۔ مرزا ہادی رسوا کو پہلے نفسیاتی نقاد کی حیثیت حاصل ہے۔ ناول امراو جان میں انسانی رویوں کو نفسیاتی کیفیات میں بیان کیا ہے۔ مرزا محمد سعید ناول۔ خواب ہستی میں نفسیاتی شعور اور علم نفسیات کی عکاسی ملتی ہے۔ عبداللہ حسین نے اداس نسلیں میں سیاسی، سماجی، معاشی اور نفسیاتی رونما ہونے والے حالات کی ترجمانی کی ہے۔ علاوہ ازیں قرۃالعین حیدر، احسن فاروقی، عصمت چغتائی، عزیز احمد، حجاب امتیاز علی تاج، راجندر سنگھ بیدی، شمس الرحمن فاروقی، خدیجہ مستور، انتظار حسین، شوکت صدیقی، مستنصر حسین تارڑ،، بانو قدسیہ، ممتاز مفتی وغیرہ کے ناولوں میں نفسیاتی عوامل پائے جاتے ہیں۔

ممتاز مفتی اردو ادب کا ایک معتبر نام ہے ممتاز حسین ۱۱ ستمبر ۱۹۰۵ء بمقام بٹالہ (ضلع گورداسپور) پنجاب میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام مفتی محمد حسین تھا۔ ابتدائی تعلیم امرتسر، میانوالی، ملتان اور ڈیرہ غازی خان میں پائی، میٹرک ڈیرہ غازی خان سے اور ایف اے امرتسر سے کیا۔ اسلامیہ کالج لاہور سے بی۔اے کرنے کے بعد سنٹرل ٹیچرز ٹریننگ کالج میں داخلہ لیا بعد ازاں محکمہ تعلیم پنجاب کے سینئر انگلش ٹیچر کے طور پر تعینات ہوئے۔ ممتاز مفتی بطور اسٹاف آرٹسٹ اسکرپٹ رائٹر آل انڈیا ریڈیو لاہور کے ساتھ بھی منسلک رہے۔ کچھ عرصے تک فلمی صنعت سے بھی وابستہ رہے۔ قیام پاکستان کے بعد لاہور آ گئے۔ پاکستان ائیر فورس میں بطور سائیکالوجسٹ بھی کام کیا۔ کچھ عرصے تک ریڈیو کشمیر کے ساتھ وابستہ رہے۔ ان کا تبادلہ ڈائریکٹر وزارتِ اطلاعات، راولپنڈی کر دیا گیا اور ریٹائرمنٹ تک اسی محکمے سے وابستہ رہے۔ ۱۹۵۵ میں وفات پائی۔ ممتاز مفتی اردو ادب کی تاریخ میں متعدد وجوہ کی بنا پر منفرد حیثیت رکھتے ہیں۔ اردو ادب کو انھوں نے نئے امکانات سے

روشناس کرایا۔اپنی فکری گہرائی اور تخیلیاتی پرواز سے اردو ادب کی اصناف کو نئی معنویت بخشی۔ فن کے ابلاغ کو ارنسٹ کیرس نے دو مدارج میں منقسم کیا ہے:

> ''نفسیاتی لحاظ سے اس کے دو مدارج ہیں۔پہلا بالکل شعوری ہے جس میں یعنی خود فنکار کو بھی شعور ہوتا ہے کہ اس میں ابلاغ کس حد تک ہوتا ہے۔جب کہ دوسرے درجے میں متنوع نفسی واردات کا مجموعہ یعنی تخلیق دوسروں کے لیے ابلاغ کا باعث بنتی ہے''[۲]

افسانہ نگاری اور ناول نگاری کے ساتھ ساتھ سفر نامہ، خاکہ، ڈراما، مضمون اور رپورتاژ کو بھی ممتاز مفتی نے خوب صورت آہنگ عطا کیا۔ ممتاز مفتی کے ہاں انسانی زندگی اور اس کے قرب وجوار پھیلی ہوئی کشمکش کو محسوس کرنے کا منفرد نظام ہے۔وہ انسانی نفسیات اور فطرت کے سربستہ اسرار کی وسعتوں کو پالینے کا ہنر جانتے ہیں۔ ممتاز مفتی داخلیت کو خارجیت پر فوقیت دیتے ہیں۔ متاز مفتی کے ہاں موضوعات کے حوالے سے امکانات کی بے تحاشا وسعت ہے مگر جنس، عورت اور انسانی نفسیات کو ان کے یہاں بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ انسانی نفسیات کا مطالعہ فرد کے باطن اور لاشعور سے متعارف کرانے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ ان کی تخلیقات انسانی نفسیات کی بہترین عکاس ہیں۔ڈاکٹر نجیبہ مفتی کے مطابق:

> ''یوں معلوم ہوتا ہے کہ ان کی توجہ فرد کے باطن کی گہرائیوں، نفس لاشعور کی تاریکیوں اور نفسیات کی پیچیدگیوں سے نکل کر، اجتماع کے تہذیبی رویوں اور قدروں پر مرکوز ہو چکی ہے۔''[۳]

ممتاز مفتی کے افسانوں میں جنس اور نفسیات ان کے بنیادی موضوعات ہیں ممتاز مفتی نے تحت الشعور سے پیدا شدہ مسائل اور تحلیلی نفسی کو اردو ادب کا موضوع بنایا۔ یہ دور فرائڈ کے اثرات سے بھرپور اور شعور کے نئے تجربے سے لبریز تھا۔۔ جدید دور میں جنسی، اشتراکی اور معاشی فلسفے کا دور دورہ تھا۔ مفتی نے اس نفسیاتی انسانی مسئلے کو فکری احساس بخشا:

> ''دفتروں کے بابو، بستی کے مزدور، فیکٹری میں کام کاج کرنے والے، چھابڑی والے پان فروش، سیٹھ اور نچلے درمیانے طبقے کے سبھی لوگ اپنے جنسیاتی، نفسیاتی مسائل لے کر مفتی کے پاس آتے ہیں۔ وہ انھیں دیکھتا ہے غور کرتا ہے اور ان کے دلوں کی دھڑکن کو لفظوں

میں بند کر دیتا ہے۔ یہ کردار بے خوف اپنے ذہن اور جسم کا بوجھ اتارتے ہیں۔ مفتی اس بوجھ کی کیفیات کو وضاحت سے بیان کرتا ہے۔ جزئیات کی تفصیل سے اسے پر لطف اور پر کشش بناتا ہے۔ لیکن اس فضا میں ان کی نفسیاتی الجھنیں ایک سطح پر محض نفسیاتی الجھنیں لگتی ہیں مگر دوسری سطح پر ان پر کہانی کا شبہ ہونے لگتا ہے۔''[۴]

اردو ادب میں ممتاز مفتی کی بنیادی حیثیت ایک افسانہ نگار کی ہے لیکن ناول نگاری کے ذیل میں انھوں نے دو یادگار ناول لکھے۔ ''علی پور کا ایلی'' اور ''الکھ نگری''۔ ''علی پور کا ایلی'' ایک مشہور سوانح ناول ہے جو پہلی بار ۱۹۶۱ء میں شائع ہوا:

''ابتدا میں علی پور کا ایلی کو بطور ناول قبول کرنے میں اہل ادب نے قدرے ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کیا۔ خود ممتاز مفتی اسے روئیداد کہا پھر دوسرے ایڈیشن میں آپ بیتی جبکہ تیسرے اور پانچویں میں بھی ممتاز مفتی نے اسے آپ بیتی اور سچی خود نوشت کہا بلکہ ۱۹۹۱ میں شائع ہونے والے ایڈیشن میں انھوں نے کرداروں کے اصلی ناموں کی فہرست بھی شامل کر دی۔ اور یوں اس کے آپ بیتی یا خود نوشت ہونے کا جواز بھی فراہم کر دیا۔''[۵]

تاہم بہت سے نقاد ناول کی ہئیت اور عناصر ترکیبی کے اعتبار سے اسے باقاعدہ ناول کا درجہ دیتے ہیں۔ اس حوالے سے ڈاکٹر محمد احسن فاروقی، ڈاکٹر سہیل بخاری، اور شمیم احمد وغیرہ نے تنقیدی مضامین اور تبصرے لکھے ہیں۔ ڈاکٹر احسن فاروقی اسے گنے چنے چند اہم ناولوں میں شمار کرتے ہیں:

''جو لوگ علی پور کا ایلی کو ناول ماننے کے لیے تیار نہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی رائے کو کوئی خاص وقعت حاصل نہیں ہے۔ یہ لوگ ناول میں رومان دیکھنا چاہتے ہیں اور علی پور کا ایلی میں بس اس حد تک ہے جتنا ایلی کے کردار میں ممکن تھا۔''[۶]

اس ناول میں الیاس عرف ''ایلی'' کے سب سے اہم کردار کے گرد پورا ناول گھومتا ہے۔ اس ناول کا پلاٹ بنیادی طور پر ایلی اور شہزاد کی محبت پر مشتمل ہے۔ ایلی اور شہزاد کے عشق کے نشیب و فراز اور جذباتی کشمکش ہی ایلی کی جنسی اور رومانی تجربے کا اظہار ہے۔ جس نے ممتاز مفتی کی زندگی کی نفسیاتی الجھنوں اور پیچیدگیوں کو بیان کیا ہے۔ ممتاز مفتی اس آئینے کی طرح ہیں جس میں ان کے بچپن نے بلوغت سے قبل ہی زندگی کو بے پردہ

دیکھ لیا تھا۔ باپ کی زندگی کا اثر ممتاز مفتی کے معصوم بچے ذہن پر بہت گہرا تھا جس نے ساری عمر ممتاز مفتی کا پیچھا کیا۔اوائل عمری میں ممتاز مفتی نے باپ کی رنگین زندگی جو مشاہدہ کیا تھا اس نے آگے چل کر عورت کے کردار کی بہت سی جہتوں سے پردے ہٹادیے۔ ممتاز مفتی کے والد کی دوسری شادی سوتیلی ماں کا روپ، والد کی شفقت سے محرومی اور سگی ماں کی گھر میں کام کرنے والی ایک ماسی کی حثیت نے ممتاز مفتی کے احساس کو بے حد متاثر کیا۔ان کے والد یوں بھی بہت رنگین مزاج تھے اور ان کی سوتیلی والدہ بھی انتہائی خوب صورت خاتون تھی۔ ان کے والد نئی بیوی کے حسن کی آگ سینکتے، اس کے ناز اٹھاتے۔ان سب باتوں نے ممتاز مفتی کی شخصیت پر بہت گہرا اثر ڈالا۔اس طرح وقت کے ساتھ ساتھ جنس ان کے لاشعور کا ایک ایسا جزو بن گیا جو آگے چل کر ان کی کہانیوں کا موضوع بنی۔ بچپن کے دبے جذبات اور گھر کے ماحول کی وجہ سے ہی ممتاز مفتی کے لڑکیوں کے بیشتر کردار شرماتی لجاتی، نوخیز ونوعمر لڑکیوں کی بجائے جیتی جاگتی، جذبات سے لبریز جذبوں سے معمور مکمل عورتیں ہیں۔ جو کسی کو بھی اپنے جذبات کی حدت سے پگھلا سکتی ہیں۔ دراصل ممتاز مفتی کے والد کے معاشقے زیادہ تر ایسی عورتوں کے ساتھ تھے۔ عورتوں میں پائی جانے والی یہ تمام خصوصیات آگے چل کر لاشعوری طور پر ممتاز مفتی کی تخلیق میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔ایلی کا شہزاد کی طرف جھکاؤ بھی دراصل اسی سبب سے ہوا۔ شہزاد عمر میں ایلی سے کافی بڑی تھی۔ دراصل شہزاد ایلی کے عزیز شریف کی بیوی تھی چناں چہ وہ شہزاد کو آنکھ اٹھا کر دیکھنا گناہ سمجھتا تھا۔ شہزاد بہت خوب صورت تھی۔ ممتاز مفتی یہاں سے شہزاد، شریف اور ایلی کی جذباتی اور نفسیاتی کشمکش کا آغاز ہوتا ہے۔

> ''شہزاد محلہ آصفیاں میں آئی تو یوں اثر انداز ہوئی کہ جیسے جوہڑ میں پتھر گرتا ہے۔اس نے اپنے حسن وجمال اور بے باکی کے بدولت محلہ آصفیاں کی ٹھہری ہوئی زندگی میں تہلکہ مچا دیا۔ عورتیں شہزاد کو دیکھ کر ہونٹوں پر انگلیاں رکھ کر خاموش ہوگئیں۔ علی احمد اور محمد اعظم جیسے بزرگ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے پر مجبور ہوگئے۔اس کی آنکھوں کے سرمے کی دھار نے نوجوان دلوں میں ہلچل مچادی۔ گویا پورے محلہ آصفیاں کے لوگوں کی مرکز نظر اور مرکز توجہ بن گئی لیکن ان سب کے برعکس ایلی کو شہزاد پاکیزہ لگی کہ جس کی طلب انسان میں

احساس گناہ پیدا کر دیتی ہو ایسی پاکیزہ ہستی کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھنا جرم ہے۔ وہ اپنے دوست کی بیوی کی آرزو بڑی بات سمجھتا ہے۔''[۷]

ناول کے اس اقتباس سے ممتاز مفتی نے ایک ہی وقت میں بہت سے لوگوں کے نفسیاتی پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے۔ معاشرے کے پائی جانے والی مخصوص سوچ کا احاطہ کیا ہے۔ اگرچہ ناول علی پور کا ایلی میں کم و بیش سو کرداروں کی مدد سے کہانی اپنی تکمیل تک پہنچتی ہے مگر احمد علی (ان کے والد) کا کردار، ممتاز مفتی کا اپنا کردار ایلی اور ناول کا مرکزی کردار شہزاد (نور الصباح بیگم) بنیادی کردار ہیں۔ احمد علی اپنی تمام تر عیاشیوں کے باوجود ایلی کے مستقبل سے بے خبر نہیں۔ احمد علی نے اپنے باپ ہونے فرض کو نبھانے کی کوشش کی ہے۔ اس نے ایلی کے ساتھ باپ اور بیٹے کا رشتہ قائم رکھتے ہوئے ایلی کا پورا خیال رکھا۔ ممتاز مفتی نے علی احمد کے کردار میں ابتدا سے اختتام تک کچھ تبدیلی نہیں کی۔ علی احمد ہر عمر عورت کو دیکھ کر اسے تسخیر کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور اسے اپنے کمرے تک لے جانا چاہتا ہے۔ احمد علی کے آواز دینے پر بھی ایلی کو کمرے میں داخل ہونے سے خوف محسوس ہوتا ہے۔ شہزاد جو چھ بچوں کی ماں ہے جو حسن، جوانی، زندہ دلی، میں اپنی مثال آپ ہے۔ شہزاد کی بے باکی اور جرأت نے نہ صرف اسے بھر پور عورت بنا دیا ہے بلکہ اسمیں رومانویت اور محبوبیت کے اوصاف پیدا کر دیے ہیں۔ ایلی ذہنی اور نفسیاتی طور پر شہزاد کے حسن کا اسیر ہو جاتا ہے:

''دوپٹہ اس کے شانے پر یوں لٹکتا جیسے کسی ہوائی ڈاک کا اشتہار ہو، بانہیں فضا میں لہراتیں جیسے رفتار ظاہر کرنے کے لیے مصور نے گلابی خطوط لگا دیے ہوں''[۸]

ذہنی طور پر ایلی آنے والے وقت کے لیے تیار ہو رہا تھا۔ ایک غیر محسوس طریقے سے ایلی میں ذہنی تبدیلی رونما ہو رہی تھی جیسے امید کروٹ لی رہی ہو۔ ممتاز مفتی نے شہزاد کے کردار میں ماں، بیوی اور محبوبہ کو ایک ہی وقت میں جمع کر کے جہاں ایک طرف کردار میں کشمکش کا عنصر ڈالا ہے تو دوسری طرف شہزاد دل کشی اور کشش بھی پیدا کی ہے۔ ایلی بھی اسی دل کشی کی ممکنہ گرفت کا شکار ہو جاتا ہے:

''اپنے پاوں پر آنسوؤں کے قطرے محسوس کر کے شہزاد اٹھ بیٹھی اور اس کا بازو ایلی کی طرف بڑھا اور اسے تھپکنے لگا۔ اس کیفیت میں کتنا اطمینان تھا۔ ایلی نے محسوس کیا جیسے ماں کا ہاتھ سرزنش کرنے کی بجائے معاف کر دینے کے بعد اسے تھپک رہا ہے''[۹]

ایلی اور شہزاد میں ایک ان کہا تعلق ہے۔ شہزاد، ایلی کے نفسیاتی الجھنوں اور خواہش کی شدت کو محسوس کرتی ہے۔ دوسری طرف ایلی شہزاد کے حسن کی تپش سے پگھلتا رہتا ہے۔ مگر جرات اظہار کی کمی اس کے آڑے آتی ہے۔ بچپن سے حصے میں آئی احساس کمتری بھی شہزاد کی بے باکی کے سامنے بے بس ہو جاتی۔ وہ ایلی کے جنسی رجحان کو جان بوجھ کر نظر انداز کرتی ہے۔ ایلی کی زندگی پر علی احمد کی جنس زدگی بھی مخصوص قسم کے اثرات مرتب کرتی ہے۔ شریف کا گھر اور باتیں بھی ایلی کو شہزاد کے قریب جانے پر اکساتی ہیں۔ شہزاد کا اندازالتفات، ایلی کو نفسیاتی طور پر مزید الجھا دیتا ہے نتیجتاً ایلی کے اندر شہزاد کی قربت پانے کی خواہش شدت پکڑ لیتی ہے۔ اور شہزاد کو پانے کی خواہش اپنے عروج پر پہنچ جاتی ہے۔ ممتاز مفتی نے محبت کے اس باریک نقطے کو بڑے خوب صورت طریقے سے آگے بڑھایا ہے:

> ''ایلی اسے دیکھتا اس کے بازو تھامتا مگر وہ بے نیازی کا مظاہرہ کرتی مگر کسی آہٹ پر اپنا بازو چھڑا کر دور ہو بیٹھتی اور ہنس ہنس کر باتیں کرتی۔ اس کی طرف خاص انداز سے دیکھتی۔ وہی انداز۔ اس طرح وہ تنہائی میں قرب کے باوجود ایک دوسرے سے دور رہتے اور محفل میں دور ہونے کے باوجود ایک دوسرے کے قریب ہو جاتے۔''[۱۰]

ممتاز مفتی نے شہزاد اور ایلی کے عشق کو انسان کی نفسیاتی باریکیوں سے بیان کیا ہے۔ ایک نو عمر لڑکی اور ایک شادی شدہ اور بڑی عمر کی عورت کے جذبات کو ممتاز مفتی نے انوکھے انداز سے بیان کیا ہے۔ ایلی نے احمد علی کو بہت قریب سے دیکھا تھا اپنی تمام نفرت کے باوجود وہ خود کو احمد علی کے زندگی سے بچا کر نہیں رکھ سکا۔ اس زندگی نے ایلی کے ذہن میں کئی در وا کیئے۔ وہ تلاش اور تجسس کی راہوں کا مسافر بن گیا۔ شدت جذبات سے اپنے میں وحشت اور بربریت پیدا کرنے کی کوشش کرنے لگا کیوں کہ اس نے سن رکھا ہے کہ عورتوں وحشت اور بربریت محبوب ہوتی ہے:

> ''جب شہزاد قریب قریب پہنچتی ہے تو رنگین دھندلکے کو دیکھ کر دیوانہ وار اس کی طرف بڑھا اور اس کے جسم کا ایک ایک حصہ چومنے لگا۔''[۱۱]

بچپن سے لے کر جوانی تک ایلی کی زندگی ایک مخصوص دائرے میں گھومتی رہی۔ اس نے احمد علی کو دیکھا تھا۔ اس نے عورتوں کو پھانسنے کے لیے جال پھینکتے دیکھا تھا۔ ایلی کا عورت اور محبت کے متعلق مخصوص سوچ ہے۔ جس کے پیچھے ممتاز مفتی کا بچپن باپ کی زندگی کا مشاہدہ کرتا نظر آتا ہے۔ ایلی کا خیال ہے کہ اگر عورت کی خواہش پوری نہ کی جائے تو انتقام پر اتر آتی ہے۔ ممتاز مفتی نے عورت کی نفسیات کو خوب صورت پیرائے میں بیان کیا ہے ایلی کو شہزاد مخاطب کرتے ہوئے کہتی ہے:

> ''سبھی عورتیں بے وقوف ہوتی ہیں۔۔۔ وہ بولی۔۔۔ وہ شکل و صورت نہیں جانتیں۔ خوبیاں نہیں تلاش کرتی۔ سمجھ پھنس جاتی ہیں اور بس پھنس گئی تو پھڑ کن کیسا۔ وہ ہنسی اور پھر بولی۔۔۔ اور پھنس جائیں ایک بار تو پھر باہر نکلنا پسند نہیں کرتیں۔ عورتوں کا کیا ہے۔۔۔ شہزاد نے آہ بھر کر کہا۔۔۔ ڈٹ جائیں تو دنیا کا مقابلہ کرنے پر آمادہ ہو جاتی ہیں۔ پہاڑیوں کو چیر دیتی ہیں اور عاجز ہونے لگیں تو نالی کے کنارے بیٹھ کر رو دیتی ہیں۔''[۱۲]

ممتاز مفتی نے عورت کے جذبات کی بھرپور عکاسی کی ہے۔ شہزاد عورت ہونے کے ناطے وہ جذبات رکھتی تھی جسے وہ بارہا ایلی کے سامنے روک رکھتی۔ مگر حقیقت یہ کہ وہ ایلی کے قرب کو محسوس کرتی ہے۔ شہزاد کی جسمانی ضرورتیں ایک حقیقت ہیں۔ اگرچہ شہزاد پہل کرنے میں تامل سے کام لیتی ہے مگر احساس کی حد تک وہ سب چاہتی ہے جو ایک بھرپور عورت کی خواہش ہوتی ہے۔ ممتاز مفتی نے عورت کی نفسیات کا تجزیہ پیش کیا ہے۔ شہزاد شادی شدہ ہے۔ وہ ہر طرح سے ایلی کے جذبات اور نفسیات کو سمجھتی ہے۔ وہ ناول میں تمام نسوانی کرداروں میں کلیدی حثیت کی حامل ہے۔ اگر دیکھا جائے تو ناول کے اہم کردار نفسیاتی طور پر بھی منفرد ہیں۔ علی احمد کا کردار کسی حد مضحک ہے:

> ''علی احمد کا کردار ایک مضحک کردار ہے۔ جو سرشار کے مشہور کردار خوجہ سے کئی معنوں میں مماثلت رکھتا ہے۔''[۱۳]

ممتاز مفتی کا پرتو ایلی کا کردار سب سے زیادہ اہم ہے۔ ایلی ارتقائی کردار ہے۔ اصل میں سارا ناول ہی ایلی کے کردار کی وضاحت پیش کرتا ہے۔ ایلی کی پوری زندگی ذہنی اور نفسیاتی کشمکش میں گزرتی ہے۔ وہ اخلاقی اور

نفسیاتی طور کمزور شخصیت کا مالک ہے لیکن اس کے باوجود ایک مسلمہ حقیقت ہاور ارتقائی عمل نے اسے ہیرو بنا دیا۔ ایلی کے ماحول اور احساس کمتری نے اسے شہزاد کے سامنے ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیا:

''مجھے تم سے محبت ہے شہزاد۔ مجھے تم سے عشق ہے۔ میں نے بارہا چاہا کہ اظہار محبت نہ کروں تمھیں ناراض نہ کروں مجھے ڈر تھا کہ تم ناراض ہو جاؤ گی۔ اور تم ناراض ہو جاؤ تو زندگی میں کیا رہ جاتا ہے۔''[۱۴]

ایلی کو ایلی بنانے میں جہاں علی احمد کا ہاتھ ہے مگر ایلی کی کردار سازی میں شہزاد سب سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ ممتاز مفتی نے شہزاد کے کردار کو انتہائی پر اثر بنا دیا۔ شہزاد پنجاب کی ایک الہڑ مٹیار اپنی بے باکانہ شخصیت لیے انتہائی دلکش اور زندہ دل خوب صورت عورت کا کردار ہے جو جیتی جاگتی جذبات سے بھرپور کرشمہ ساز محبوبہ ہے جو عشق کرنا بھی جانتی ہے۔ ایلی کی زیادتیوں وہ محبت سے برداشت کرتی ہے:

''تم کمینی ہو، حرام زادی ہو، فاحشہ ہو، تمھیں دوسروں کو تباہ کرنے میں دلچسپی ہے۔ تم انسانوں سے کھیلتی ہو۔ تم حرام خور ہو۔ ہاں ہوں، وہ بولی، کر لو میرا کیا کرتے ہو۔ اور پھر گٹھڑی سی بن کر پڑ گئی۔ ایلی نے اس گٹھڑی کی طرف دیکھا۔ جو اس کی گود میں پڑی تھی۔''[۱۵]

ممتاز مفتی نے شہزاد کے مجسمہ حسن کو آہستہ آہستہ رومان پرور بنایا جس کی بدولت شہزاد کا کردار بہت پر اثر ہے:

''اس ناول میں مفتی نے جو شہزاد کا کردار پیش کیا ہے وہ ناول کے فریم سے باہر نکل آیا ہے اور کلاسیکی ادب کے ان گنے چنے کرداروں میں آ کھڑا ہوا ہے جو ہمیشہ زندہ رہیں گے۔''[۱۶]

ممتاز مفتی نے تمام کرداروں کی نفسیاتی الجھنوں کو تجزیاتی انداز سے پیش کیا ہے۔ عورت مرد کے رشتے کے ساتھ باپ بیٹا ماں بیٹی اور دوست کے رشتے کی نفسیاتی پرتوں کو کھولا ہے۔ علی پور کا ایلی ہمارے ارد گرد پھیلے احساسات اور جذبات کی ترجمانی کرتا ہے فرق یہ ہے کہ ممتاز نے ادبی ایمانداری کو بروئے کار لاتے ہوئے ذہنی اور سماجی مسائل کو ناول میں ڈھال دیا ہے۔

''علی احمد ہو یا شہزاد سادی ہو یا منصر تسلیم ہو کہ ارجمند ذہن میں اپنی اپنی جگہ قطب نما بنے کھڑے ہیں۔''[۱۷]

اس ناول میں ممتاز مفتی نے کرداروں کی نفسیاتی پے چیدگیوں کو خوب صورت انداز بیان کرتے ہوئے بنیادی طور پر ایک بچے کے ارتقائی سفر پر روشنی ڈالی ہے جس کا باپ جنسی معرکہ آرائی میں مصروف رہتا ہے۔ وہ بچہ ایلی ذہنی کشمکش کا شکار ہو جاتا ہے جنس کے حوالے سے خوف میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ عورت اس کے لئے ایک معمہ بن جاتی ہے۔

ممتاز مفتی کا ناول ''علی پور کا ایلی'' ایک ضخیم اور منفرد ناول ہے۔

حوالہ جات

۱۔ عبدالکریم خالد، ممتاز مفتی کے افسانوی ادب میں نفسیات نگاری، پی ایچ ڈی تحقیقی مقالہ (لاہور: جامعہ پنجاب، ۲۰۰۴ء)، ص ٦٦۔

۲۔ ڈاکٹر سلیم اختر، مشمولہ: تخلیق اور لاشعوری محرکات (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۲ء)، ص۲۹۔

۳۔ ڈاکٹر نجیبہ عارف، ممتاز مفتی: شخصیت اور فن (اسلام آباد: اکادمی ادبیات پاکستان، ۲۰۰۷ء)، ص۸۷۔

۴۔ نصرت منیر، ''مفتی کے افسانے''، مشمولہ: ماہنامہ سپوتنک ممتاز مفتی ایک مطالعہ (جنوری ۲۰۰۵ء)، ص۱۱۰۔

۵۔ عبدالکریم خالد، ممتاز مفتی کے افسانوی ادب میں نفسیات نگاری، ص۳۵۹۔

٦۔ ڈاکٹر محمد احسن فاروقی، ''علی پور ایلی''، مشمولہ: نقوش (لاہور، جنوری ۱۹۷٦ء)، ص۳۲۲۔

۷۔ ریحان حسن، ممتاز مفتی حیات اور کارنامے (لکھنو: عالیہ پبلی کیشنز، ۲۰۱۱ء)، ص۲۱۱۔

۸۔ ممتاز مفتی، علی پور کا ایلی (لاہور: گورا۔ پبلشرز پرائیویٹ لمیٹڈ، ۱۹۸۸ء)، ص۲۲۲۔

۹۔ ایضاً، ص۴۸۸۔

۱۰۔ ایضاً، ص۴۲۱۔

۱۱۔ ایضاً، ص۴۵۰۔

۱۲۔ ایضاً، ص۴۶۰۔

۱۳۔ ریحان حسن،ممتاز مفتی حیات اور کارنامے،ص۲۷۹۔

۱۴۔ ممتاز مفتی،علی پور کا ایلی،ص۳۹۲۔

۱۵۔ ایضاً، ص۱۱۴۴۔

۱۶۔ محمود ایاز،مفتی جی(لاہور:فیروز سنز،۱۹۸۸ء)،ص۴۳۔

۱۷۔ ابن انشاء،مشمولہ:علی پور کا ایلی(لاہور:گورا پبلشرز،۱۹۸۸ء)،ص۱۹۔